پارلیمانی اجماع اور اقبالؒ

ڈاکٹر محمد بابر بیگ مطالی ☆

جب زمان و مکان میں تبدیلی، تہذیب و تمدن میں تغیر، آلات و اوزار کی ہیئت میں جدت کے سبب انسانوں کے طبائع، ان کے افکار اور نقطہ ہائے نگاہ بدلنے لگتے ہیں تو انسانی زندگی نت نئے مسائل سے دوچار ہوتی ہے جن کو عقلی طور پر حل کرنا انسانوں کے بس میں نہیں رہتا تو ایسے مسائل کے حل کے لئے کسی خارجی راہنمائی کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

خالقِ کائنات نے ابتدائے آفرینش سے ہی انسانوں کی راہنمائی کے لئے آسمانی کتب اور صحائف کی صورت میں اصول و ضوابط مہیا فرمادیئے اور انسانوں کی عملی تعلیم و تربیت کے لئے انبیاءِ کرام کو مبعوث فرمادیا۔ اس سلسلہء نبوت کی انتہاء ختمیٔ مرتبت سرور کائنات حضرت محمد مصطفٰے ﷺ پر ہوئی۔

﴿الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا﴾(۱) کا نزول ہوا۔ قرآن مکمل ہو گیا۔ شارح قرآن علیہ الصلوۃ والسلام نے شرح و بسط کے ساتھ علمی و عملی راہنمائی فرمادی یوں قرآن و سنت کے اصول و کلیات کی صورت میں قانون کا ناقابل تغیر دائرہ وضع کر دیا گیا۔ مثلاً وراثت، وصیت، طلاق اور نکاح وغیرہ کے احکام کہ ان کی موجودگی میں اس ضمن میں مزید قانون سازی کی گنجائش ہی نہیں البتہ بعض معاشرتی تبدیلیوں کے سبب عمل درآمد کے اسلوب و انداز بدلے جاسکتے ہیں اسی بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اقبالؒ کہتے ہیں :

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج، گوجرانوالہ

"ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اپنے مقدس دنوں کے مراسم پر غور کریں اور جو تبدیلیاں افکار کے تغیرات سے ہونی لازم ہیں ان کو مدِ نظر رکھیں" (۲)

شارح اسلامؐ نے تو" من سن فی الا سلام سنة حسنة فله اجرها" (۳) فرما کر نئے تحسنات کی طرف اشارہ کر دیا۔ نئے پیش آمدہ مسائل کے حل کے لئے ایک الگ دائرہ وضع کر دیا کہ قرآن و سنت کی روشنی میں مسائل کا حل تلاش کر لیا جائے۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا قاضی مقرر فرمایا تو آپ ﷺ اور حضرت معاذؓ کے مابین ہونے والا مکالمہ بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے۔ حدیث کے الفاظ یوں ہیں :

"ان رسول الله صلی علیه وسلم بعث معاذًا الی الیمن فقال کیف تقضی ؟ فقال اقضی بما فی کتاب الله ، قال : فان لم یکن فی کتاب الله ؟ قال فبسنّة رسول الله صلی علیه وسلم ؟ قال اجتهد رأئی ۔قال : الحمدلله الذی وفق رسول الله" (۴)

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا : تم کیسے فیصلہ کرو گے ؟ تو آپؓ نے عرض کیا : جیسا اللہ کی کتاب میں ہے اس کے مطابق فیصلہ دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اگر وہ کتاب اللہ میں نہ پاؤ ؟ تو آپ نے عرض کیا : میں اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا : اگر اللہ کے رسول ﷺ کی سنت میں بھی نہ پاؤ ؟ اس پر حضرت معاذؓ نے عرض کیا : تو میں (ایسی صورت میں) اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔اس پر نبی پاک ﷺ نے (خوشی سے) فرمایا : اللہ تعالیٰ کے لئے ہر ستائش ہے جس نے اللہ کے رسول کے قاصد کو یہ توفیق دی)

علامہ اقبال نے اپنی کتاب "The Reconstruction of Religious in Islam" میں اجتہاد کی اہمیت کے سلسلہ میں مذکورہ بالا حدیث بیان کی (۵)

دینی و مذہبی نقطۂ نظر سے اجتہاد کی اہمیت اس چیز سے اور بھی اجاگر ہوتی ہے کہ اجتہاد میں خطا پر بھی اجر ہے جبکہ صواب پر دوگنا اجر ہے۔ شارح اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

"اذا حکم الحاکم فا جتھد فأصاب فلہ اجر ان و اذا حکم فاجتھد ثم اخطأ فلہ اجر"(۶)

لغوی اعتبار سے اجتہاد کے معنی "کوشش کرنا، محنت کرنا، طاقت لگانا" (۷) اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ کسی نئی صورتِ حال میں اسلامی تعلیمات کے مطابق فیصلہ دیا جائے۔ ڈاکٹر محمد اقبال فرماتے ہیں۔

"The word literally means to exert in the terminology of Islamic Law it means to exert with a view to form an independent judgement on a legal question" (8)

ترجمہ: لغوی اعتبار سے تو اجتہاد کے معنی ہیں کوشش کرنا، لیکن اسلامی قانون کی اصطلاح میں اس کا مطلب ہے وہ کوشش کرنا جو کسی قانونی مسئلے میں آزادانہ رائے قائم کرنے کے لئے کی جائے۔

جب یہ اجتہاد اجتماعی شکل اختیار کرلے تو اسے اجماع کہتے ہیں۔ یہ شریعتِ اسلامی کا تیسرا مسلمہ ماخذِ قانون ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں اجماع کے ذریعے ہونے والی قانون سازی کو امت مسلمہ کی تائید حاصل ہوتی ہے۔ علامہ نظام الدین شاشیؒ فرماتے ہیں:

"اجماع ھذہ الامۃ بعد ما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی فروع الدین حجۃ مو جبۃ للعمل بھا شرعاً کرامۃ لھذا الامۃ" (۹)

ترجمہ: " رسول اللہ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد اس امت کا فروع دین اجماع حجت ہے جس پر عمل واجب ہے شرعی طور پر اس امت کے لئے بزرگی کے سبب"۔

اجماع منعقد کرنے کا یہ تصور قرآن حکیم کی اس مشہور آیت میں ملتا ہے جو سورۃ النساء میں آئی ہے:

﴿یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الا مر منکم﴾(۱۰)

ترجمہ: "ایمان والو: اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے اہل اختیار کی"۔

پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی اس پر دلالت کرتا ہے

"ما را ہ' المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن"(۱۱)

ترجمہ: "جسے مسلمانوں نے اچھا سمجھا وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے"

اور حدیث نبوی ﷺ ان امتی لا تجتمع علیٰ ضلالة (۱۲) بھی اسی طرف راہنمائی کرتی ہے۔

لغوی اعتبار سے تو اجماع کے معنی جمع کرنا، اکٹھا کرنا ہیں۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿فاجمعوا امرکم و شرکاء کم﴾(۱۳)

ترجمہ : "پس تم سب اپنا متفقہ فیصلہ کر لو اور اپنے شریکوں کو اکٹھا کر لو"

اسی طرح حدیث پاک میں آتا ہے :

"اذا لم یجمع الرجل الصوم من اللیل فلا یصم" (۱۴)

ترجمہ : جب آدمی نے رات میں روزے کو جمع نہیں کیا تو گویا اس نے روزہ نہیں رکھا۔

انگریزی میں اس کے لئے الفاظ :

"General consent ; unanimity" استعمال ہوتے ہیں (۱۵)

اسی لغوی مناسبت سے، امت مسلمہ کے مجتہدین کے کسی رائے پر اکٹھا ہو جانے کو اجماع کہتے ہیں۔

عبدالقادر عودہ لکھتے ہیں۔

"الا جماع ھو اتفاق جمیع المجتھدین من الا مة الاسلامیة فی عصر من العصور بعد وفاة الرسول صلی اللہ علیہ وسلم علی حکم شرعی"۔(۱۶)

ترجمہ : اجماع سے مراد یہ ہے کہ امت مسلمہ کے تمام مجتہدین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد، کسی بھی دور میں کسی حکم شرعی پر اتفاق کر لیں۔

علامہ شاشی فرماتے ہیں :

"والمعتبر فی هذاالباب اجماع أهل الرأی والاجتهاد فلا يعتبر بقول العوام والمتكلم والمحدث الذی لا بصيرة له فی اصول الفقه" (۱۷)

ترجمہ : اس ضمن میں اہل رائے اور مجتہدین کا اجماع معتبر ہوتا ہے۔ عام لوگوں، محض علمِ کلام سے تعلق رکھنے والوں اور ایسے محدث کا اجماع معتبر نہیں جسے اصول فقہ میں بصیرت حاصل نہ ہو۔

اجماع کی اقسام :

اجماع کی دواقسام ہیں (ا)اجماع سندی (۲) اجماع مذہبی

اجماع سندی : ہر زمانہ کے علماء کا کسی حکم پر متفق ہونا، اجماع سندی کہلاتا ہے۔ اس اجماع کی پھر چار اقسام ہیں

(ا) صحابہ کرام کا کسی نئے حکم پر واضح الفاظ کے ساتھ اجماع۔

(ب) بعض صحابہ کرام کی صراحت اور باقی صحابہ کرام کا اس حکم کو رد کرنے سے خاموشی اختیار کرنا۔

(ج) صحابہ کرام کے بعد والے لوگوں یعنی تابعین کا کسی ایسے امر پر اجماع جس میں صحابہؓ کا قول نہ پایا جائے۔

(د) صحابہ کرام کے اقوال میں سے کسی ایک قول پر تابعین کا اجماع۔

اجماع مذہبی : بعض مجتہدین کا کسی مسئلہ پر متفق ہونا، اجماع مذہبی کہلاتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

(ا) اختلاف علت کے باوجود، کسی حکم پر مجتہدین کا متفق ہونا۔ اسے اجماع مرکب کہتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص نے قے کر دی اور ساتھ ہی عورت کو مس بھی کر دیا تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قے کے سبب، جبکہ امام شافعیؒ کے ہاں مس (چھونے) کی وجہ سے۔ یوں اختلاف علت کے باوجود حکم ایک ہی رہا یعنی وضو کا ٹوٹ جانا۔

(ب) ایسا اجماع جس کی بنیاد ایک ہی سبب ہو اسے اجماع غیر مرکب کہتے ہیں۔ نطق و سکوت کے

اعتبار سے اجماع کی دو اقسام ہیں : (۱) اجماع نطقی (۲) اجماع سکوتی

اجماع نطقی

جس اجماع میں مجتہدین اپنی رائے کا اظہار صریحاً کریں اجماع نطقی کہلاتا ہے۔ اسے اجماع صریح بھی کہتے ہیں اظہارِ خیال کے لئے وہ تمام ذرائع استعمال میں لائے جاسکتے ہیں جو کلام کی تعریف میں آتے ہیں اور ذرائع نطق کہلاتے ہیں۔ ایک مجلس اور محفل میں کچھ مجتہدین اظہارِ خیال کریں باقی ہاتھ اٹھا کر تائید کریں یا خاموشی اختیار کرلیں۔ اجماع نطقی ہی کہلائے گا۔

اجماع سکوتی

سکوت کے لغوی معنی ''خاموشی'' ہیں کسی درپیش نئے مسئلہ یا معاملہ میں اہل نظر کے اتفاق سے کوئی فیصلہ شائع ہو اور اس فیصلہ کی اطلاع دوسرے مجتہدین کو ملے تو وہ خاموشی اختیار کرلیں۔ تائیدی یا تنقیدی کسی بھی صورت میں اپنی رائے کا اظہار نہ کریں، تو مؤخر الذکر مجتہدین کا اجماع سکوتی کہلائے گا۔

اجماع اور پارلیمنٹ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بعد اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ''اولی الامر'' کی فرمانبرداری کا حکم دیا گیا (۱۸) اور اہل اسلام کے معاملات باہمی مشورہ سے طے کیے جانے کا صراحتاً ذکر کیا گیا۔ ارشاد ربانی ہے :

﴿وامر هم شورى بينهم﴾ (۱۹)

''اور ان کے معاملات آپس کے مشورہ سے چلتے ہیں''

مشاورت کا طریقہ یہ ہے کہ تمام شرکاء زیر بحث مسئلہ پر اپنی آزادانہ رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ جب مل جل کر باہمی اتفاق سے کسی حتمی نتیجہ پر پہنچ جائیں تو اسے متفقہ فیصلہ یا اجماع کہا جاتا ہے۔ خالقِ کائنات نے اہلِ اسلام کو یہ ترغیب دی کہ وہ باہمی مشاورت کے اصول کو اپنائیں تاکہ ملتِ اسلامیہ کی فلاح وبہبود کا کام بطریق احسن سرانجام پائے۔

حکومت کے تین اہم شعبے ہوتے ہیں ۔ (۱) مقننہ (۲) انتظامیہ (۳) عدلیہ

ان میں مقننہ کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے کیونکہ ہر حکومت کو قوانین اور قواعد و ضوابط بنانے پڑتے ہیں۔ مقننہ کو قانون ساز مجلس، پارلیمنٹ اور مجلس شوریٰ بھی کہا جاتا ہے اسلام میں قانون کے چار مآخذ ہیں۔

(۱) قرآن مجید (۲) حدیث نبویؐ (۳) اجماع (۴) قیاس

ان میں تیسرا ماخذ اجماع در حقیقت اجتماعی اجتہاد اور مشترکہ قیاس ہی ہے۔ خلفائے راشدین کے دور میں جب کوئی اہم قومی یا انفرادی مسئلہ پیش ہوتا تو اہل الرائے صحابہ کی مجلس میں پیش کیا جاتا جو خلیفہ کی مشاورت کا فریضہ سرانجام دیتے۔ یہ اس دور کی مجلس شوریٰ تھی۔ پارلیمانی نظام حکومت میں قوانین سازی کا کام مقننہ کرتی ہے جسے پارلیمنٹ کہا جاتا ہے۔

پارلیمانی نظام میں مقننہ کا انتخاب عوام الناس کے ووٹوں سے ہوتا ہے۔ اراکین اسمبلی اور ان کے انتخاب کرنیوالوں کے لئے تقویٰ کی کوئی شرط نہیں۔

ڈاکٹر اقبالؒ کے نزدیک اجماع کو خاصی اہمیت حاصل ہے کیونکہ وہ انفرادی اجتہاد کی بجائے اجتماعی اجتہاد کو ترجیح دیتے ہوئے نظر آتے ہیں جو کہ اجماع ہی ہے۔ آپ اسے اسلام کے قانونی تصورات میں سب سے اہم تصور کرتے ہیں۔ اور اسے مجلس قانون کے دائرہ اختیار میں دینے پر زور دیتے ہیں آپ لکھتے ہیں:

"It is , however, extremely satisfactory to note that the pressure world-forces and the politiceal experience of European of nations are impressing on the mind of modern Islam the value and possibilities of the idea of Ijma; The growth of republican spirit and the gradual formation of legislative assemblies in Muslim lands constitute a great step in advance. The transfer of the power of Ijtihad from individual representatives of Schools to a Muslim legislative assembly. etc(20)

ترجمہ : "بہر حال یہ دیکھ کر اطمینان ہوتا ہے کہ اس وقت دنیا میں جو نئی نئی قوتیں ابھر رہی ہیں کچھ ان کا اور کچھ مغربی اقوام کے سیاسی تجربات کے پیشِ نظر مسلمانوں کے ذہن میں بھی اجماع کی قدر و قیمت اور اس کے مخفی امکانات کا شعور پیدا ہو رہا ہے۔ بلادِ اسلامیہ میں جمہوری روح کی نشوونما اور قانون ساز مجالس کا بتدریج قیام ایک بڑا ترقی زا قدم ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ مذاہب اربعہ کے نمائندے جو سرِ دست فرداً فرداً اجتہاد کا حق رکھتے ہیں، اپنا یہ حق مجالس تشریعی کو منتقل کر دیں گے"۔

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ ڈاکٹر اقبال انفرادی اجتہاد کی بجائے پارلیمانی اجتہاد کے کس قدر معترف تھے۔ اتنی اہمیت دینے کا سبب آپ کے ہاں یہ تھا کہ مسلمان مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ پارلیمانی اجماع کے ذریعے وہ متفق ہو سکیں گے۔ پھر غیر علماء جو ان امور پر بہت گہری نظر رکھتے ہوں، اس مباحثہ میں حصہ لے سکیں گے۔ آپ فرماتے ہیں :

"In view of the growth of opposing sects, is the only possible from Ijma' can take in modern times, will secure contributions to legal discussion from laymen who happen to possess a keen insight into affairs." (21)

دور حاضر میں کسی بھی ملک میں جہاں کہیں بھی قانون ساز اسمبلی قائم ہو گی تو اس کے زیادہ تر ارکان فقہ اسلامی کی نزاکتوں سے ناواقف ہوں گے یوں اس قسم کی اسمبلی شریعت کی تعبیر اور اجتہاد میں شدید غلطیوں کا مرتکب ہو سکتی ہے لہٰذا اقبال یہ مشورہ دیتے ہیں کہ قانون ساز اسمبلی میں علماء کو بطور مؤثر جزو شامل کر لیا جائے اور وہ بھی ہر قانونی امر میں آزادانہ بحث و تمحیص اور اظہار رائے کی اجازت دیں پھر بلادِ اسلامیہ میں فقہ کی تعلیم جس نہج پر ہو رہی ہے اس کی اصلاح کی جائے۔ آپ کہتے ہیں :

"The Ulema should form a vital part of a Muslim legislative a-ssembly helping and guiding free discussion on question relati-ng to law. The only effective remedy for the possibilities of erronous inter-pretations is to reform the present system of

legal education in Muhammadan countries, to extend its sphere, and to combine it with an intelligent study of modern jurisprudence." (22)

موجودہ زمانے کی قانون ساز اسمبلی میں اقلیتوں کی نمائندگی بھی ہوتی ہے۔ اور غیر مسلم نمائندوں کو اجتہاد کا حق دے کر اجماع میں ان کی رائے کو کوئی اہمیت دینا جائز نہیں۔ پھر مغربی طرز جمہوریت میں بندوں کی تعداد کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے قدر و قیمت کو نہیں۔ بقول اقبالؒ

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے

پھر کم فہم اراکین کی ایک خاصی تعداد سے تو ایک عالم و فاضل شخص زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اقبالؒ کہتے ہیں۔

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کاری شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانی نمی آید

ترجمہ : جمہوریت سے بھاگ۔ کسی پختہ کار کا غلام ہو جا۔ کہ دو سو گدھوں کے مغز سے ایک انسان کی فکر نہیں پیدا ہوتی۔

پھر مختلف ممالک کی اسمبلیاں ایک ہی مسئلہ پر اپنا اپنا اجماع کر لیں تو عالم اسلام میں اتفاق کی بجائے انتشار پیدا ہو گا للذا پارلیمانی اجماع کے ضمن میں حسب ذیل اقدامات کرنا چاہیئے۔

(۱)۔ پارلیمانی نظام حکومت میں اراکین اسمبلی کے لئے بنیادی اسلامی تعلیمات سے واقفیت لازمی قرار دی جائے۔

(۲)۔ علماء کی ایک خاص تعداد مخصوص نشستوں کی صورت میں اسمبلی میں بھیجی جائے۔ یہ علماء مختلف فقہی مسالک سے تعلق رکھتے ہوں، قرآن و سنت کا علم رکھتے ہوں، عربی زبان میں ماہر ہوں اصول فقہ سے واقف ہوں، اجماعی معاملات، حیات انسانی کے لوازمات، حاجات اور تحسینیات کا علم رکھتے ہوں۔

(۳)۔ غیر مسلم ارکان اسمبلی، ملتِ اسلامیہ کے مذہبی معاملات میں مخالفانی رائے دینے کا اختیار نہ

رکھیں۔وہ اپنے پرسنل لاء کے بارے میں گفتگو کر سکیں۔

(۴)۔ اسمبلی میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے ماہرین کی ایک خاصی تعداد ہو۔ مثلاً ماہرین معاشیات، سیاسیات، فلکیات، دینیات اور سائنسی علوم کے ماہرین۔

(۵)۔ وہ مسائل جن کا تعلق تمام امت سے ہو وہ نئی قسم کے حالات اور واقعات کے باعث پیدا ہوئے ہوں، ان کے بارے میں طویل بحث و مباحثہ کیا جائے مثلاً اذان اور اقامت میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال۔ زکوٰۃ کا اسلحہ کی خریداری میں صرف کرنا وغیرہ۔ ان پر فیصلہ کرنے کے بعد ذرائع ابلاغ کے ذریعے خوب تشہیر کی جائے اور اسمبلی کے باہر اہل حل و عقد کو اعتراض کی دعوت دی جائے اگر کوئی اعتراض نہیں کرتا تو اجماع سکوتی ہو گا۔

(۶)۔ وہ مسائل جن کا تعلق کسی اصولی مسئلہ کو کسی ملک میں نافذ کرنے سے ہو مثلاً وراثت کی تقسیم، زکوٰۃ کی ادائیگی اور احترام رمضان وغیرہ پر اگر لوگ رضاکارانہ طور پر عمل نہ کریں تو تنفیذ احکام کے لئے اسمبلی جبری اقدامات کرنے کی مجاز ہے۔ اور ان کا فیصلہ قابل قبول ہو گا۔

(۷)۔ اراکین اسمبلی صرف عوامی خواہشات کو پیش نظر نہ رکھیں بلکہ رب العالمین کی خوشنودی اور قانونِ الٰہی کی پیروی ان کا مقصود ہو۔

(۸)۔ عالمی اسلامی مسائل کے حل کے لئے ایک ادارہ قائم کیا جائے جس کے اراکین کا تعلق مختلف ممالک اور مختلف فقہی مسالک سے ہو اور وہ صرف ایک مسلمان کی حیثیت سے سوچیں اور ایسا حل پیش کریں جو سبھی کو قبول ہو اور منشاً الٰہی کے مطابق ہو۔ یہ بین الاقوامی ادارہ تحقیق اور اجتہاد کا فریضہ سرانجام دے۔ یہ مؤتمر عالم اسلامی یا اسلامی کانفرنس کے ذیلی ادارہ کی حیثیت سے بھی کام کر سکتا ہے۔ اس ادارہ کی ذیلی شاخیں تمام اسلامی ممالک میں ہوں اور ان شاخوں کے ممبران بھی فقہی علوم کے ماہرین، قرآن و سنت کا علم رکھنے والے ہوں خواہ ان کا انتخاب ووٹوں سے ہو یا نامزدگی کی جائے۔

(۹)۔ یہ ادارہ پہلے اجماعوں پر بھی از سر نو غور کر سکتا ہے اگر ان کا تعلق حالت اور زمانے کی عادات اور رسوم و رواج سے ہو۔ کیونکہ رسوم و رواج کے مطابق جو احکامات صادر ہوتے ہیں وہ تعزیرات کے زمرے میں آتے ہیں اور اسی علاقے اور قوم کے لئے ہوں گے جن کے رسوم و رواج کو پیش نظر رکھ کر

وہ احکامات وضع کیے گئے لہٰذا اگلی نسلیں خود نیا اجماع کر سکتی ہیں۔ یہی علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود ہے۔ آپ کہتے ہیں :

"The Shari' ah values (Ahkam) resulting from this application (e.g. rules relating to penalties for crimes) are in a sense specific to that people; and since their observance is not an end in itself they can not be strictly enforced in the case of future generations." (25)

جن امور پر پہلے اجماع نہ ہوا ہو تو ان کے بارے میں پائے جانے والے صحابہ کرام، تابعین یا بعد کے فقہاء کے اقوال میں سے کسی ایک پر پارلیمانی ادارہ قانون ساز اجماع کرے۔ یہ اجماع سندی ہوگا اگر کوئی حکم نہ ہو تو خوب بحث و تمحیص سے فیصلہ کر لیا جائے۔ یہ مذہبی امور سے متعلق ہوگا جبکہ عادات سے متعلق فیصلہ تعزیرات کے ضمن میں اوپر گذر چکا ہے۔

اس سلسلے میں یہ بات پیش نظر رہے کہ اجماعی فیصلہ قرآن و سنت کی واضح تعلیمات کے منافی نہ ہو اور علت معلول کو سامنے رکھتے ہوئے اسلامی تعلیمات کی روح کو برقرار رکھتے ہوئے کیا جائے یوں فکری تغیرات سے ہونے والی تبدیلیوں کو مدِّ نظر رکھنے کے حکم اقبالؒ کی بھی تعمیل ہو سکے گی جس کا ذکر مقالہ کی ابتدا میں کیا جا چکا ہے۔ یہی اسلامی تعلیمات کی روح ہے اور یہی پارلیمانی اجماع سے متعلق اقبال کا تصور ہے جو آپ کے افکار سے واضح کیا گیا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ القرآن الکریم (۵ : ۳)
(ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا)

۲۔ عبدالواحد معینی ؛سید ؛مقالات اقبالؒ ، آئینہ ادب، انار کلی، لاہور، ۱۹۸۸ء) ص ۲۳۶

۳۔ مسلم بن حجاج نیشاپوری، امام ؛ صحیح مسلم (قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱۹۵۶ء) جلد ا ، ص ۳۲۷ کتاب الزکوۃ، باب :البحث علی الصدقة ولوبشق.

۴۔ ترمذی، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰؒ ؛جامع ترمذی، (فرید بک سٹال، لاہور، ۱۹۸۴ء) جلد ا، ص ۶۶۹، باب الاحکام، باب ما جاء فی القاضی کیف یقضی ؟ حدیث ۱۳۳۸

(5) Muhammad Iqbal, Dr. The reconstruction of religious thought in Islam (Iqbal Academy Pakistan, Lahore, 1986 A.C.) P-118

۶۔ بخاری، امام محمد بن اسماعیلؒ؛ الجامع الصحیح
(نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۹۶۱ء) جلد ۲ ص ۱۰۹۲، کتاب الاعتصام، باب : أجر الحاكم اذااجتهد فأصاب أواخطأ

۷۔ وحید الزماں، القاموس الفرید (لاہور، ۱۹۸۲ء) ص ۱۰۳ "ج۔ہ"

(8) The Reconstruction of Religious Thought in Islam, P- 117

۹۔ شاشی، نظام الدین ؛اصول الشاشی (ادارہ اسلامیات، انار کلی لاہور، ۱۹۸۲ء) ص ۱۴۸، البحث الثالث فی الاجماع

۱۰۔ القرآن الکریم (۴ :۵۹)

۱۱۔ حاکم نیشاپوری، ابو عبداللہ ؛ المستدرک علی الصحیحین (دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان) جلد ۳

ص ۹۷ کتاب معرفۃ الصحابہ

۱۲۔ ابن ماجہ، سنن (میر محمد، کتب خانہ، مرکز علم وادب، کراچی) ص ۲۹۲، ابواب الفتن،
باب :السواد الاعظم

۱۳۔ القرآن الکریم : (۱۰:۷۱)

۱۴۔ النسائی، ابو عبدالرحمٰن، سنن نسائی (فرید بک سٹال، لاہور، ۱۹۹۱ء)
جلد ۲ ص ۵۶۔۵۷، حدیث نمبر ۲۳۴۶

۱۵۔ الیاس انطون الیاس ;القاموس المدرسی (دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۸۴ء) حصہ عربی،
انجلیزی، ص ۷۰

۱۶۔ عودہ، عبدالقادر، التشریع الجنائی الاسلامی (دارالکتاب العربی، بیروت) جلد ۱، ص ۱۷۹

۱۷۔ نظام الدین شاشی :اصول الشاشی ص ۱۴۸

۱۸۔ القرآن (۴:۵۹)

۱۹۔ القرآن (۴۲:۳۸)

(20) Dr. Muhammad iqbal; The Reconstruction of Religious Thought in Islam. P-138

(21) Ibid, P- 138

(22) Ibid, P- 139-140

۲۳۔ کلیات اقبال (اردو) ص ۶۱۳ (ضرب کلیم ; جمہوریت)

۲۴۔ کلیات اقبال (فارسی) ص ۲۸۵ (پیام مشرق ;جمہوریت)

(25) The Reconstruction of Religious Thought in Islam, P- 136-137

اسلام ایک علمی اور عقلی مذہب ہے، اس لیے اس کا صحیح اتباع بھی علم اور عقل کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ یہاں ہر ہر قدم پر تفقہ اور تدبر کی ضرورت ہے۔ جو شخص اس مذہب کی روح سے نا آشنا ہو، اس کی حکمتوں سے ناواقف ہو، اس کے اصول کو نہ سمجھتا ہو، اس کی تعلیم میں غور و فکر نہ کرتا ہو، وہ اس راہِ راست پر استقامت کے ساتھ چل ہی نہیں سکتا جس کی طرف یہ مذہب رہنمائی کر رہا ہے۔ اس کا عقیدہ بے قیمت ہے جب تک کہ وہ زبانی اقرار سے گذر کر فکر و شعور پر حاوی نہ ہوگیا ہو۔ اس کا عمل بے اثر ہے جب تک کہ وہ علم اور فہم کی روح سے معمور نہ ہو جائے۔ اس کا اتباعِ قانون بے معنی ہے جب تک کہ قانون کی سپرٹ اس کے جوارح سے گذر کر اس کے دل و دماغ پر چھا نہ گئی ہو۔ اگر محض تقلید کی راہ سے وہ بغیر سمجھے بوجھے اس مذہب کی صداقت پر ایمان رکھتا ہو اور اس کا اتباع کر رہا ہو، تو اس کا ایمان اور اتباع بالکل ایک ریت کی تودے کی طرح ہوگا جسے ہوا کا ہر جھونکا اپنی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ جما سکتا ہے۔ (ابوالاعلیٰ مودودیؒ، تفہیمات ۱/۳۶)